پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید
جی سی یونیورسٹی، لاہور

علامہ اقبال کا حقیقی خواب: آزاد انسان کی بازیافت

Allama Iqbal as a philosopher and a guide to the Muslim nation thoroughly examined the new scientific era of the world. He watched the development of modern thought, and through his independent analytical approach he told humanity at large that slavery is a curse and it is disgracing human beings all over the word. He himself took guidance from the Holy Quran. In his book "Reconstruction of Religious Thought in Islam" he clearly stated that the "Quran is a book which emphasizes 'deed' rather than 'idea" Muslims of India. A good poet always depicts life around him in his poetry. Allama Muhammad Iqbal as a spokesman of his passions and social aims studied life in India under the British rule. Firstly he worked for the unity of Indian people. But when he found that divide and rule policy in India has created so many troubles for Muslims living in India. He suggested them they should struggle for their freedom. His concept of freedom was based on spirituality. In this article, the writer suggests that following Iqbal's spiritual philosophy humanity can touch the path of its pride.

شاعر کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہوتا۔اس کا اس کے سماج اور اس کی تاریخ سے گہرا رشتہ ہوتا ہے۔وہ کائنات، زندگی اور سماج کا مطالعہ اگر کھلی آنکھوں سے نہیں کرتا تو اس کی شاعری عامیانہ خیالوں کے پرتو سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔شاعر کا مطالعہ کسی سطح پر اسے اپنے باطن میں جھانکنے کی طرف بھی لے آتا ہے یوں وہ علم اور شعور کے گنج گرانمایہ کو کسی فکری لڑی میں پرو سکتا ہے۔

علامہ اقبال نے ہندوستان میں انگریزی سامراج کے عروج کا زمانہ دیکھا تھا۔انہیں اس بات کا شدید دکھ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ کا زیادہ اندازہ نہیں ہے۔علاوہ ازیں انہوں نے ہندوازم کے احیا کی تحریکوں کو مسلم دشمنی پر استوار دیکھا تھا۔انہیں اس بات کا اندازہ تھا کہ مغربی جمہوریت کے نظام میں مشترکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل زیادہ تابناک نہیں ہے۔اس لیے مسلمانوں کی سیاسی اور تہذیبی اقدار کے تحفظ کے لیے علحدہ خودمختار ریاستوں کا قیام امر لازم ہے۔اس حوالے سے سر سید احمد خان نے اپنے ایک مضمون میں واضح منطقی اشارے

کیے تھے کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ہندو اور مسلم ایک ملک میں اکٹھے نہیں رہ سکیں گے۔

اسی پس منظر میں علامہ محمد اقبال کی ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں کی گئی تقریر بہت اہم ہے۔ اقبال نے اس تقریر میں ''ملت بیضا پر عمرانی'' نظر ڈالی تھی۔ اس تقریر کے تفصیلی زاویے ان کے خطبہ الہ آباد میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آغا شوکت علی کا کہنا ہے:

''اقبال نے اپنا تصور آزادی الہ آباد میں مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنے مشہور صدارتی خطبے میں پیش کیا۔ یہ فطری بات ہے کہ وہ زمین کا کوئی ٹکڑا حاصل نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کا حقیقی مقصد اسلام کو ایک موقع فراہم کرنا تھا تا کہ وہ اپنے اس تاریخی مقدر کی تحصیل کر سکے جسے عرب ملوکیت نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یوں انہوں نے اسلامی سوشل جمہوریت کے قیام کے بارے میں اپنی تصور کو بھی نتیجہ خیز بنایا انہوں نے وہ رہنما بھی منتخب کیا جو اس مقصد کو پایہء تکمیل تک پہنچا سکتا تھا۔ اقبال نے قائد اعظم کو ایک خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت سنبھال لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اقبال کی وفات کے صرف دو برس بعد قائد اعظم نے ۱۹۴۰ء میں قرار داد لاہور پیش کی۔ اس کے سات برس بعد پاکستان ایک حقیقت بن گیا۔ اپنے اقتدار کے مختصر عرصے کے دوران قائد اعظم نے ہمارے معاشرے میں موجود غربت کے تازیانے کی شناخت اور اس کی تخفیف پر زور دیا۔''[۱]

ہندوستان میں علامہ محمد اقبال کے سیاسی اور تہذیبی تجربات کا نچوڑ یہ تھا کہ اگرچہ انہوں نے: ''ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت و ضرورت کا احساس کیا اور ان کی تمنا تھی کہ ان کا اتحاد مستقل قائم رہے لیکن ہندو رہنماؤں کی افسوسناک ہندوانہ ذہنیت مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس وقت کے مسلمان تعداد میں کم تھے، ان کی اقتصادیات کمزور تھی۔ وہ انتہائے سادگی سے اس لیے مات کھا رہے تھے کہ تعلیم کے میدان میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ ہندو اور انگریز انہیں اپنے مقاصد کی حصولی کے لیے استعمال کر جاتے تھے۔

پنجاب پراونشل لیگ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں علامہ اقبال نے ایک قرار داد پیش کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا:

''مجھے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ میں سب سے پہلا ہندوستانی ہوں جس نے ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت و ضرورت کا احساس کیا اور میری ہمیشہ سے آرزو ہے کہ اتحاد مستقل حیثیت اختیار کر لے لیکن حالات حلقہ ہائے انتخاب کے اشتراک کے لئے موزوں نہیں ہیں اور ہمارے صدر) میاں محمد شفیع (نے ہندو رہنماؤں کی تقریروں کے جو اقتباسات اپنے خطبہ صدارت میں دیئے ہیں ان سے ہندوؤں کی افسوسناک ذہنیت

آشکارا ہوتی ہے۔اس ذہنیت کوملحوظ رکھتے ہوئے تو حلقہ ہائے انتخاب کا اشتراک کسی حالت میں بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ میں حیران ہوں کہ مسلمانوں کے خلاف اس قسم کی ذہنیت اختیار کرنے کی ہندوؤں کو کیوں ضرورت پڑی۔مسلمان تعداد میں کم ہیں، اقتصادی حیثیت سے پیچھے ہیں، تعلیم میں پسماندہ ہیں۔ ویسے بڑے بھولے بھالے ہیں۔حکومت انہیں آسانی سے چکنی چپڑی باتیں کر کے پھسلا لیتی ہے، ہندو انہیں پھسلا لیتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ہندوؤں نے یہ ذہنیت کیوں اختیار کی اور یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوؤں کی ذہنیت ہے اور اگر کوئی وجہ نہ ہوتی تو میں کہتا کہ تنہا اسی وجہ سے حلقہ ہائے انتخاب الگ رکھے جائیں۔آخر میں، مسلمانوں سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں ایک طرف ہندوؤں کی کوششیں ان کے خلاف ہو رہی ہیں، دوسری طرف حکومت کے موجودہ نظام کی سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف جاری ہیں۔ان مصیبتوں میں بچاؤ کی صورت محض یہ ہے کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں اور مردانہ وار ہر مصیبت کا مقابلہ کریں۔'' ۲

علامہ محمد اقبال بیاض اقبال میں رقمطراز ہیں

'' مسلمانان ہند اپنے سیاسی زوال کے ساتھ ہی بڑی تیزی سے اخلاقی انحطاط میں مبتلا ہو گئے۔ دنیا کی تمام مسلم قوموں میں کردار کے لحاظ سے شاید ان کا مقام سب سے پست ہے۔اس ملک میں اپنی عظمت رفتہ کی تحقیر میرا مقصد نہیں، کیونکہ ان عوامل کے بارے میں جو بالآخر قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ میں اپنے تقدیر پرست ہونے کا اعتراف کرتا ہوں۔سیاسی قوت کی حیثیت سے شائد اب ہماری ضرورت باقی نہیں، لیکن میرا ایمان ہے کہ خدا کی وحدت مطلق کے شاہد واحد کی حیثیت سے ہمارا وجود اب بھی دنیا کے لئے ناگزیر ہے۔اقوام عالم میں ہماری اہمیت خالص شواہدتی ہے۔'' ۳

علامہ اقبال کی ابتدائی شاعری میں بھی ان کے وہ تصورات موجود ہیں جنہیں احیائے اسلام کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے وہ پہلی سطح پر بطور ایک آزادی پسند مسلمان برصغیر کی آزادی چاہتے تھے۔''بانگ درا'' کے تیسرے حصے کی نظمیں، اس جہت میں، ان کی قلمی جدوجہد کی داستان سناتی ہیں۔اسی دور میں ان کی اس سمت کا تعین ہو گیا تھا کہ جسے ان کے ''دینی' سیاسی' اخلاقی' قانونی' تمدنی' معاشی اور الٰہیاتی خیالات'' کہا گیا ہے۔وہ مغربی ثقافتی یلغار کے اقتصادی پہلوؤں پر بھی اپنی شاعری کے ابتدائی دور سے لے کر آخری دور تک مسلسل اظہار خیال کرتے رہے ہیں۔وہ مغربی سامراج کی پیدا کردہ صورت حال سے پوری طرح واقف تھے۔انہوں نے اپنی مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' میں واضح کر دیا تھا کہ یورپ والوں نے ہمارے خام مال سے بنی ہوئی چیزوں کو ہمارے ہی سامنے بیچنے کے لیے لا رکھا ہے۔ڈاکٹر مبشر حسن کا کہنا ہے کہ یورپ میں جب:

’’صنعتی انقلاب آیا تو سرمایہ جمع ہوا تو، پیداوار کے نئے طریقے اپنائے گئے اور معاشرے میں انقلابی تبدیلیوں کا عمل شروع ہوا جس کے نتیجے میں وہ سب کچھ وجود میں آیا جسے آج کل مغربی تہذیب کا نام دیا جاتا ہے ایسی طاقتور سرمایہ دارانہ تہذیب کہ جس نے پہلے تو سارے کرۂ ارض کو مغلوب کیا۔ اور پھر ستاروں پر کمندیں ڈالیں۔ مشرق میں فرسودہ جاگیردارانہ تہذیب کے علمبردار پیچھے رہ گئے اور وہ سیاسی، معاشرتی، معاشی، ثقافتی اور نظریاتی لحاظ سے غلام بن گئے۔ یہاں تک غلام بن گئے کہ ان کی مذہبی اور اخلاقی اقدار بھی سامراجی مفادات کے سانچے میں ڈھلنے لگیں۔‘‘۴

اس صورت حال کو اقبال نے بھی محسوس کیا تھا۔ جدید سرمایہ پرست تاجر کے خلاف ردعمل دیتے ہوئے اس کا حل انہوں نے یہ تجویز کیا تھا:

حریت خواہی بہ پیچاکش میفت
تشنہ میر و بر نم تاکش میفت
الحذر از گرمی گفتار او
الحذر از حرف پہلو دار او
چشم ہا از سرمہ اش بے نور تر
بندۂ مجبور از و مجبور تر
از شراب ساتگینش الحذر
از قمار بد نشینش الحذر
از خودی غافل نہ گردد مرد حر
حفظ خود کن حب افیونش مخور
پیش فرعوناں بگو حرف کلیم
تا کند ضرب تو دریا را دو نیم

ترجمہ: (تو حریت چاہتا ہے تو اس کی پیچاکوں میں نہ الجھ، پیاسا رہ لے لیکن اس کے انگوروں کی نمی میں نہ کھو۔ اس کی گفتار کی گرمی سے حذر کر، اس کے پہلو دار حرف سے حذر کر، اس کے سرمے سے آنکھیں اور زیادہ بے نور ہو جاتی ہیں، ۔غلام انسان اس سے اور زیادہ غلام ہو جاتا ہے۔ اس کے پیالے کی شراب

سے محفوظ رہ۔اس کے جوئے کی ہرا دینے والی چال سے حذر کر۔مرد حر اپنی خودی سے غافل نہیں ہوتا ۔اپنی حفاظت خود کر،اس کی افیونی گولی نہ کھا۔فرعونوں کے آگے موسی گفتار بن تا کہ تیری ضرب دریا کو دو نیم کر دے)

شاعری اگر حریت فکر سے مملو نہ ہو تو یہ نتیجہ با آسانی نکالا جا سکتا ہے کہ اس میں سر تسلیم خم کرنے کی روایتی دانش کا دور دورہ ہے۔علامہ محمد اقبال نے آزادی کے تصور کو اس کے جوہری معنی کے تناظر میں پرکھا ہے۔اسی لیے ان کے آزادی اور حریت کے حوالے سے لکھے جانے والے کسی بھی شعر کو ان کے تصور شاعری کا نقیب سمجھا جا سکتا ہے۔

مزید برآں اقبال نے نظم ''بندگی نامہ'' میں غلامی کی مختلف صورتوں کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔اس کے دوسرے بند میں اقبال لکھتے ہیں:

از غلامی دل بمیرد در بدن
از غلامی روح گردد بار تن
از غلامی ضعف پیری در شباب
از غلامی شیر غاب افگندہ ناب
از غلامی بزم ملت فرد فرد
این و آں با این و آں اندر نبرد
آں یکے اندر سجود ایں در قیام
کاروبارش چوں صلوۃ بے امام
در فتد ہر فرد با فردے دگر
ہر زماں ہر فرد را دردے دگر
از غلامی مرد حق زنار بند
از غلامی گوہرش نا ارجمند
شاخ او بے مہرگاں عریاں ز برگ
نیست اندر جان او جز بیم مرگ
کور ذوق و نیش را دانستہ نوش
مردۂ بے مرگ و نعش خود بدوش
آبروے زندگی در باختہ

چوں خراں با کاہ و جو در ساختہ
مملکش بنگر محال او نگر
رفت و بود ماہ و سال او نگر
روز ہا در ماتم یک دیگر اند
در خرام از ریگ ساعت کمتر اند ۶

ترجمہ: (غلامی سے دل بدن میں مر جاتا ہے۔غلامی سے روح تن کا بوجھ ہو جاتی ہے۔غلامی سے جوانی میں بوڑھاپے کی کمزوری آ جاتی ہے۔غلامی سے جنگل کے شیر کے دانت گر جاتے ہیں۔غلامی سے ملت کا اتحاد ختم ہو جاتا ہے۔یہ اور وہ اور وہ اور یہ جنگ آمادہ ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک سجدے میں ہوتا ہے دوسرا قیام میں۔اس کا کاروبار بے امام صلوۃ کا سا ہوتا ہے۔ہر فرد دوسرے سے الجھتا ہے۔ہر وقت ہر فرد کا درد اور طرح کا ہوتا ہے۔غلامی سے مرد حق زنار بند ہو جاتا ہے۔غلامی سے اس کا گوہر نامبارک ہو جاتا ہے۔اس کی شاخ خزاں کے بغیر ہی پتوں سے خالی ہو جاتی ہے۔موت کے خوف کے سوا اس کی جان میں کچھ نہیں ہوتا۔کور زوق ہے اور دانستہ زہر پیتا ہے۔وہ بغیر موت کے ایسا مردہ ہے جس کی نعش اس کے کندھوں پر ہے۔وہ زندگی کی آبرو سے عاری ایسے گدھوں کی طرح ہے کہ جو تنکوں اور جو پر گزر بسر کرتے ہیں۔دیکھنا ممکن ہو تو اس کی مشکلیں دیکھ۔اس کے ماضی اور ماہ و سال کو دیکھ۔اس کے ایم ایک دوسرے کا ماتم کر رہے ہیں۔ان کی چال ریت گھڑی سے بھی کم رفتار ہے۔)

بندگی نامہ کے بعد زبور عجم میں ''در بیان فنون لطیفہ غلاماں'' غلاموں کے فنون مثلاً موسیقی، شاعری، مصوری وغیرہ پر اقبال نے اپنے خیالات کا کھل کر بیان کیا ہے۔اس بیان کا لب لباب یہ ہے کہ غلامی کے فنون میں اموات پوشیدہ ہیں۔غلام موسیقار کا نغمہ زندگی کی آگ سے خالی ہوتا ہے اس کی نوا پر کان دھرنا روا نہیں ہے۔اقبال کے فکر کی بنیاد اس امر پر ہے کہ انسان کو اپنی خودی یا روح کے بھیدوں سے واقف ہونا چاہیے لیکن سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی غلامی انسان کو اس کی جان یا روح کے بھیدوں سے آگاہ نہیں ہونے دیتی۔اقبال غلاموں کی مصوری کے بارے میں بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ براہیمی کیا آذری سے بھی خالی ہے یہ تخلیق و تقلید دونوں سے مبرا ہے۔اس میں تشکیک پائی جاتی ہے اور یقین ناپید ہے۔غلامی عشق اور مذہب کے مابین فاصلہ پیدا کرتی ہے۔غلام کا عشق محض رسمی ہے۔عاشقی توحید طلب ہے اور جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے۔غلامی میں قول و فعل متضاد ہوتے ہیں۔غلام دین اور دانائی کو ارزاں بیچ دیتا ہے۔عشق اہل دل کو تجلیات خدا کا امین بناتا ہے۔عشق فنکاروں کو ید بیضا دیتا ہے۔ان کے افکار میں کی گرمی عشق کی آگ کی بدولت ہے۔دلبری میں اگر قاہری نہیں تو محض جادوگری ہے۔حسن بھی جمال و جلال کا مظہر ہو گا تو بلندیوں سے ہمکنار ہو

گا۔جلال و جمال کی مظہر مسجد قرطبہ ہے۔اس میں مردان خدا کے جذبوں کی جھلکیاں موجود ہیں۔فنون لطیفہ میں اگر مذہب کا جوہر یا روحانیت موجود نہیں ہے تو وہ انسان کو فضولیات میں الجھائے رکھتے ہیں۔

ہم جس دور میں بس رہے ہیں اس میں فکری سطح پر جدلیاتی مادیت کے تصور کو بہت پذیرائی ملی ہے۔تاریخی مادیت کے تمام تر سلسلوں کو بھی اسی خیال سے مربوط کیا گیا ہے۔جدلیاتی مادیت تھیسز ،اینٹی تھیسز اور سنتھسز کے غیر مختتم اعمال سے عبارت ہے۔ہیگل، کارل مارکس ، ماؤزے تنگ اور پھر سارتر نے جدلیاتی مادیت کے نظری حوالوں کی نقش بندی کی۔اسی خیال کا اظہار حضرت سلطان باہو نے اپنے ایمان کی روشنی میں یوں کیا تھا:

الف۔اللہ چنبے دی بُوٹی من وچ مُرشد لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی مِلیس ہر رَگے ہرجائی ہُو ے

علامہ اقبال نے کہا تھا:

مرد مومن از کمالات وجود
او وجود و غیر او ہر شے نمود
گر بگیرد سوز و تاب از لا الہ
جز بکام او نہ گردد مہر و مہ ۸

علامہ اقبال کے اردو اور فارسی کلام کے بالاستیعاب مطالعے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انہوں اپنی معاصر دنیا میں یوروپی سامراج کے ہاتھوں ملت اسلامیہ کی غلامی اور مغلوبیت پر ایک دردمند دل رکھنے والے شاعر کی حیثیت سے اظہار خیال کرتے ہوئے اس کی آزادی اور اتحاد کا گرانقدر تصور پیش کیا۔ان کے فکر کا منبع ان کے اس تصور کا امین ہے کہ

آدمیت زار نالید از فرنگ
زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
پس چہ باید کرد اے اقوام شرق؟
باز روشن می شود ایام شرق ۹

ترجمہ:(فرنگیوں کے جور سے،انسانیت شدت سے فریاد کناں ہے اور زندگی نے اپنی ساری رونقیں، دانہ دانہ چگ لی ہیں،اے مشرقی قومو!اب کیا کرنا چاہیئے کہ مشرق کے دن پھر سے جگمگا اٹھیں)

علامہ اقبال کا تصور خودی ایک ایسا لازوال تصور ہے کہ جس پر عمل کرنے سے فرد اور ملت کی آزادی کے دروازے کھلتے ہیں۔علامہ محمد اقبال کے تصور آزادی کی بنیاد ان کے اس ایمان میں تلاش کی جا سکتی ہے کہ جس میں انہوں نے حقیقت مطلق کے تصور کی روشنی میں اس کے بندگان کے لیے زندگی گزارنے کے عظیم لائحہ عمل کی نشاندہی کی۔انہوں نے اپنی مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی معنویت پر ایک پر تاثیر بند تخلیق کیا ہے۔اس بند میں انہوں نے اپنی ابتدائی شاعری سے لے کر ۱۹۳۵ء تک کی شاعری میں موجود تصور آزادی کو ایک واضح سمت عطا کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ یہ کلمہ سامراجی حکمت فرعونی کو حکمت کلیمی سے ختم کرنے کا کام کر سکتا ہے۔

نکتہ می گویم از مردان حال

امتاں را لا جلال الا جمال

لا و الا احتساب کائنات

لا و الا فتح باب کائنات

ہر دو تقدیر جہان کاف و نون

حرکت از لا زاید از الا سکوں

تا نہ رمز لا الہ آید بدست

بند غیر اللہ را نتواں شکست ۱۰

ترجمہ:(میں مردان حال کا یہ نکتہ گوش گزار کرتا ہوں،امتوں کے لیے لا جلال ہے اور الا جمال۔لا اور الا دونوں کائنات کا احتسابیہ ہیں۔لا اور الا کائنات کے دروازے کو کھولتے ہیں۔حرف کن سے وجود میں آنے والے جہاں کا مقدر ہیں۔لا سے حرکت جنم لیتی ہے اور الا سے سکوں۔جب تک لا الہ کی رمز ہاتھ نہیں آتی۔غیر اللہ کی زنجیر ٹوٹ نہیں سکتی)

علامہ اقبال نے اپنے یہ خیالات اسرار خودی، رموز بے خودی، بانگ درا، بال جبریل، جاوید نامہ،ضرب کلیم، ارمغان حجاز میں بھی جا بجا پیش کیے ہیں۔

ہم چناں بینی کہ در دور فرنگ

بندگی با خواجگی آمد بجنگ

روس را قلب و جگر گردیدہ خوں

از ضمیرش حرف لا آمد بروں

آں نظام کہنہ را برہم زد است

تیز نیشے بر رگ عالم زد است

کردہ ام اندر مقاماتش نگہ

لا سلاطیں، لا کلیسا، لا الہ ۱۱

ترجمہ: (ایسے ہی تو دیکھے گا کہ فرنگی دور میں، غلامی آقائیت کے خلاف برسرپیکار ہوئی۔ روس کہ جس کے قلب وجگر خون ہوئے۔ اس کے ضمیر نے بھی حرف ''لا'' کا علم بلند کیا۔ اس نے نظام کہنہ کو تاخت وتاراج کر دیا ہے۔ اور رگ عالم پر تیز ڈنک مارا ہے۔ میں نے اس کے مقامات پر نگاہ کی ہے۔ وہ لاسلاطین، لا کلیسا اور لا الہ کا قائل ہے)۱۲

علامہ محمد اقبال کی فکر جدید کا منبع ان کے تاریخی اور عصری علوم کے مطالعے میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے ڈارون، کارل مارکس، وائٹ ہیڈ، فرائڈ، یونگ اور فلسفے اور سائنس سے تعلق رکھنے والے کئی دانشوروں کے خیالات کو سمجھا اور پھر اپنے تصور آزادی کے تناظر میں ان کی توضیح کی۔

علامہ محمد اقبال کے تصور آزادی کا لب لباب یہ ہے کہ آزاد رہنے کے لیے انسان کو صرف اور صرف حقیقت مطلق کی غلامی درکار ہے۔ اس غلامی کی تاثیر یہ ہے کہ انسان فرد کی سطح پر تمام نفسی علائقات کی تطہیر و تشکیل نو کر سکتا ہے علاوہ ازیں وہ دنیا کے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہہ سکتا ہے۔ ان کے خیال میں انکار یا لا سے نئی دنیا کا ظہور ممکن ہے۔ لا سے انسان کی مٹھی بھر خاک سے بے شمار ہنگامے نمو پذیر ہو سکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اس امر کا خصوصی خیال رکھا کہ انسان کی آزادی خاص حدوں کے اندر ہوگی تو وہ ڈارون کے جنگلی قوانین سے محفوظ رہ سکے گا۔ ان قوانین نے دیو و دد یو وحشیانہ پن کو فروغ دیا ہے۔ انسان کے اندر موجود جبلتوں کی تہذیب کے بغیر حقیقی انسانی آزادی کا سنگ بنیاد نہیں رکھا جا سکتا۔ اسی لیے علامہ اقبال نے مثنوی اسرار خودی کے آغاز میں مولانا روم کی ایک غزل کے چند منتخب اشعار درج کیے ہیں۔ ان کا مطلب ہے کہ انسانوں کے اندر موجود جنگلی اور بگٹٹ فطری رجحانات سے نجات حاصل کر کے ہی انسان کی آرزو پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔ علامہ اقبال کے تصور آزادی میں انسان کامل سے درس لینا بھی ایک حقیقت ہے۔ انہوں نے اسی لیے اپنی شاعری میں لاسلاطیں، لاکلیسا، لا الہ کے ساتھ الا کی بات بھی کی ہے یوں نفی اثبات کی جدلیات مکمل ہوئی ہے۔ انسان اگر صحیح معنوں میں آزاد ہونا چاہتا ہے تو اسے کسی مرشد کامل کی دست بوسی کرنا ہو

گی۔مسلمانوں کے لیے علامہ اقبال نے پیغمبر اسلام کے اسوہ حسنہ کی پیروی لازمی قرار دی ہے اور کھل کر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۱۳

علامہ اقبال کے تصور آزادی میں کلمہ طیبہ کی روح موجود ہے۔سر سید احمد خان نے بھی اس زمانے میں جب ہندوستانی مسلمان انگریزی سامراج کے معتوب تھے ان سے کہا تھا کہ وہ کلمے کی وساطت سے بھائی چارہ اور اخوت قائم کریں۔علامہ اقبال نے اپنے تصور آزادی کی تشکیل میں قرآنی تعلیمات کو فوقیت دی۔وہ کہتے ہیں:

چیست قرآں خواجہ را پیغام مرگ
دستگیر بندہ بے ساز و برگ۱۵
ہیچ خیر از مردک زرکش مجو
لن تنالوا البر حتی تنفقوا
از ربا آخر چہ می زاید؟ فتن
کس نداند لذت قرض حسن
از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ
آدمی در ندہ بے دندان و چنگ
رزق خود را از زمیں بردن رواست
ایں متاع، بندہ و ملک خداست
بندۂ مومن امیں، حق مالک است
غیر حق ہر شے کہ بینی ہالک است
رایت حق از ملوک آمد نگوں
قریہ ہا از دخل شاں خوار و زبوں
آب و نان ماست از یک مائدہ
دودۂ آدم ''کنفس واحدۃ'' ۱۴

ترجمہ:(مرد زرکش سے خیر مت مانگ،قرآنی آیت کا مطلب ہے کہ اپنی عزیز متاع اللہ کی راہ میں خرچ

کرو۔ ربا سے سوائے فتنے کہ کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی قرض حسن کی لذت نہیں جانتا۔ ربا سے جان تیرہ اور دل خشت وسنگ ہو جاتا ہے۔ آدمی دانتوں اور پنجوں کے بغیر درندہ بن جاتا ہے۔ اپنا رزق زمین سے لینا جائز ہے۔ یہ بندے کی متاع تو ہے لیکن اس کا مالک اللہ ہے۔ بندہ مومن امین ہے اور حق مالک ہے۔ تو غیر حق کے سوا جو کچھ دیکھتا ہے ہلاک کرنے والا ہے۔ حق کا جھنڈا ملوکوں نے سرنگوں کیا ہے۔ ان کے دخل سے کئی قریے خوار وزبوں ہیں۔ ہمارے آب و نان ایک دسترخوان سے ہیں۔ آدم کا خاندان نفس واحدہ ہے (غرض مندیوں نے سب کو جدا کر رکھا ہے)

قرآن کی معنویت یہ ہے کہ اس کے ارشادات پر عمل کر کے بے سروسامان انسان کی دستگیری ممکن ہے۔ اس پس منظر میں انہوں نے جا بہ جا قرآنی تعلیمات سے روشنی لے کر اپنے تصور آزادی کی انسانی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور عمرانی بنیادوں کو قارئین کی تربیت کے لیے متشکل کیا۔ انہوں نے اپنے خطبات میں بھی اپنی شاعری کے تصورات کی علمی اور فکری توضیح کی۔ علامہ محمد اقبال کی شاعری میں جو تصورات قلمبند ہوئے ہیں ان میں سے ایک تصور روحانیت کا بھی ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں متعدد بار مغربی جمہوریت کو نشانہ تنقید بنایا اور کہا ہے کہ اس کے لباس میں دیو استبداد پا کوبی کر رہا ہے۔ علامہ محمد اقبال کے تصور آزادی میں ترک خلافت کی جگہ پارلیمان کے قیام کی پذیرائی کی گئی ہے۔ انہوں نے ری کنسٹرکشن ان اسلامک تھاٹ کے خطبات میں سے چھٹے خطبے کے آخر میں واضح اعلان کیا کہ:

> Believe me, Europe to- day is the greatest hindrance in the way of man's ethical advancement. The Muslim, on the other hand, is in possession of ^these ultimate ideas on the basis of a revelation, which, speaking from the inmost depths of life, internalizes its own apparent externality. With him the spiritual basis of life is a matter of conviction for which even the least enlightened man among us can easily lay down his life; and in view of the basic idea of Islam that there can be no further revelation binding on man, we ought to be spiritually one of the most emancipated peoples on earth. Early Muslims emerging out of the spiritual slavery of pre-Islamic Asia were not in a position to realize the true significance of this basic idea. Let the Muslim of to-day appreciate his position, reconstruct his social life in the light of ultimate principles, and evolve, out of the hitherto partially revealed purpose of Islam, that spiritual democracy which is the ultimate aim of Islam.(THE Principle of Movement in the Structure of Islam.)۱۵

علامہ محمد اقبال کے تصور آزادی میں روحانی جمہوریت کا نقش اول ریاست مدینہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اس لیے

انہوں نے آزاد انسان، آزاد ملک، آزاد ملت اور آزاد قوم کے اپنے تمام تر مادی تصورات کو روحانی جوہر عطا کرنے کی فکری نقش بندی کی۔ انہوں معاصر ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ساتھ یوروپی سامراج کے ہاتھوں ملت اسلامیہ کی غلامی اور مغلوبیت کے خلاف فکری جہاد کیا۔ اور غلام اقوام اور انسانوں کو اپنی آزادی کی جدو جہد میں مصروف رہنے کی تلقین کی۔ ہندوستان کی مخصوص صورت حال میں کہ جہاں مسلمانوں کو نسل کشی کا خطرہ تھا انہوں نے خطبہ الہ آباد میں وہ تصور دیا کہ جس کے نتیجے میں پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ اس سلسلے میں قائد اعظم محمد علی جناح نے علامہ اقبال کی مساعی کو دلی خراج تحسین پیش کیا ہے۔

حواشی

۱۔ آغا شوکت علی، ایک نئی لہر، لاہور: اقبال شریعتی۔ فاؤنڈیشن، ایجرٹن روڈ لاہور، ص ۱۷

۲۔ محمد رفیق فضل، مرتب گفتار اقبال، لاہور: ادارہ، تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۲۷، ۲۸

۳۔ علامہ اقبال، شذرات فکر اقبال مترجمہ افتخار صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء، ص ۴۷، ۴۷

۴۔ ڈاکٹر مبشر حسن، شاہراہ انقلاب، لاہور، مبشر حسن ۱۱ ٹمپل روڈ، س ن، ص ی

۵۔ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی، پس چہ باید کرد، با اہتمام وحید قریشی، لاہور: اقبال اکادمی، بار دوم ۱۹۹۴ء، ص ۷۰۶، ۷۰۷

۶۔ ایضاً، زبور عجم، بند گی نامہ، ص ۴۵۷

۷۔ حضرت سلطان باہو، ابیات باہو، لاہور، شبیر برادرز اردو بازار، س ن، ص ۳

۸۔ کلیات اقبال، پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، ص ۶۸۵

۹۔ کلیات اقبال (فارسی) پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، ص ۱۳۷

۱۰۔ ایضاً، پس چہ باید کرد ص ۶۸۹

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۹۱

۱۲۔ تراجم راقم الحروف نے کیے ہیں

۱۳۔ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، لاہور اقبال اکادمی، ۱۹۹۹ء، ص ۲۳۷

۱۴۔ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال فارسی، جاوید نامہ، ص ۵۵۳

15. *Iqbal,Reconstruction of Religious Thought in Islam*, London,Oxford University Press,1934,P.170